رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ   نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ھُوَ النَّاصِرُ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے؟

(رقم فرمودہ مؤرخہ ۲۹ مئی ۱۹۲۷ء)

مسیحی اور آریہ جس طرح سالہا سال سے بانیٔ اسلام عَلَیْہِ السَّلَامُ فَدَتْہُ نَفْسِیْ وَ اَھْلِیْ کے خلاف زہر اُگلتے چلے آرہے ہیں اسے وہ لوگ خوب اچھی طرح جانتے ہیں جو ان کی کُتب کے پڑھنے کے عادی ہیں۔ وہ کُتب اس قدر گندے الفاظ سے پر ہیں کہ ایک مسلمان کے لئے ان کا پڑھنا ناممکن ہو جاتا ہے لیکن چونکہ مسلمان ان کُتب سے عام طور پر واقف نہیں ہوتے انہیں یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان کُتب کے مصنّفین ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کس قسم کے خیالات کی اشاعت کر رہے ہیں اور اس وجہ سے ان میں وہ بیداری بھی نہیں پیدا ہوتی جو قومی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ وہ اپنی ذمہ داری سے غافل رہتے ہیں اور اسلام کی خدمت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کا خیال ایک دبی ہوئی چنگاری کی طرح ان کے سینوں میں مخفی رہتا ہے۔ اسی نقص کو دیکھ کر بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی کتب میں ان گالیوں کی نقل کر کے جو مسیحی اور آریہ مصنّفین کی کتب میں ہمارے مقدس رسولؐ کو دی گئی ہیں مسلمانوں کو بیدار کرنا چاہا تھا۔ لیکن افسوس کہ بعض انسانی فطرت کے ناواقفوں نے اس کا نام بے ادبی رکھا اور اس کے خلاف شور مچایا حالانکہ کفار کی گالیوں کو قرآن کریم بھی نقل کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی نگہداشت رکھنے والا اور کون ہو گا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس گہری عداوت کی رَو سے جو اندر ہی اندر مختلف مذاہب کے پیرووں کے دلوں میں پیدا کی جارہی تھی ناواقف رہے اور جبکہ دوسری اقوام اسلام کی دشمنی کے خیالات میں پل کر ہوشیار ہو

رہی تھیں مسلمان غفلت کی نیند سو رہے تھے اور انہیں معلوم نہ تھا کہ دوسری اقوام کے دلوں میں ہماری نسبت کیا خیالات پیدا کئے جا رہے ہیں۔ ان فتنہ انگیز مصنّفوں کی جرأت بھی اس غفلت کی وجہ سے بڑھتی گئی۔ اور آخر "رنگیلا رسول"، "مسلمانوں کا خدا" اور "وچتر جیون" جیسی کُتب شائع ہونے لگیں جو زبان درازی اور فحش کلامی میں پہلی کُتب سے بھی سبقت لے گئیں۔ اگر مسلمان پہلے ہی ہوشیار ہو جاتے اگر وہ پہلے ہی اس مرض کے علاج کی طرف توجہ کر لیتے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ مگر افسوس کہ علاج سے بے پرواہی کی گئی اور باطل پرستی کی روح اور بھی دلیر ہو گئی اور اس نے مذکورہ بالا کُتب سے بھی بڑھ کر قدم مارا۔ پہلے تجربہ کی بناء پر یہ یقین کر لیا گیا کہ مسلمان کا دل لوہے کا ہے، اس کا کلیجہ پتھر کا ہے، وہ ہر اک حملہ کو برداشت کر سکتا ہے، اس کی غیرت قصۂ ماضی ہو چکی ہے اور اس کا عزم حکایت گزشتگان بن چکا ہے۔ چنانچہ آج مجھے اس تازہ حملہ کو مسلمانوں کے سامنے رکھنے کا ناخوشگوار فعل ادا کرنا پڑا ہے۔ ممکن ہے بعض لوگ مجھے بھی گالیاں دیں کہ مَیں نے دشمن کے اقوال نقل کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فَدَ تہُ نَفْسِیْ وَ اَھْلِیْ کی ہتک کی ہے۔ لیکن مَیں یہ جانتا ہوں کہ گو لوگ مجھے گالیاں ہی دیں لیکن ہر اک شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ایک ذرہ بھی دل میں رکھتا ہے وہ اس حملہ کی حقیقت کو معلوم کر کے بیدار ہو جائے گا۔ پس مَیں اس ذلت کو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے قیام کے لئے اور مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کی خاطر برداشت کرنی پڑے بخوشی قبول کرتا ہوں۔

یہ تازہ حملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر ایک مضمون کی صورت میں رسالہ ورتمان امرتسر میں شائع ہوا ہے۔ اس کا لکھنے والا کوئی دیوی شرن شرما ہے۔ جس نے ایک ڈرامہ کی صورت میں معراج نبویؐ کی نقل میں ایک مضمون شائع کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اس میں محمد کی بجائے مہامند کر کے بیان کیا ہے اور حضرت عائشہؓ کا نام بگاڑ کر آشہ لکھا ہے اور حضرت زینبؓ کا نام جنبھی۔ اور حضرت علیؓ کا نام مرتضٰی سے بگاڑ کر مرتیو نجار کھ دیا ہے مگر ان ناموں کے بگاڑنے سے بھی تمسخر مراد ہے۔ یہ کوشش مقصود نہیں کہ مسلمان حقیقت کو نہ سمجھیں اور ان کا دل نہ دُکھے کیونکہ جو واقعات اس قصہ میں بیان ہیں وہ سب کے سب اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ ہر اک شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی گالیاں دی گئی ہیں اور کوئی خیالی قصہ مذکور نہیں ہے۔

شروع میں مضمون نگار نے لکھا ہے کہ ایک نورانی جسم آسمان کی سیر کرانے کے لئے میرے پاس آیا اور میرے لئے ایک سواری لایا جسے دنیا کے لوگ سن سنا کر براق کہتے ہیں۔ میں اس سواری میں بیٹھ کر پہلے جنت کی سیر کے لئے گیا۔ وہاں میں نے سری رامچندر، سری کرشن، شنکر آچاریہ، دسوں گورو اور پنڈت دیانند، پنڈت لیکھرام اور سوامی شردھانند کو دیکھا۔ اس کے بعد وہ لکھتا ہے کہ میں نے دوزخ کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور وہاں میں نے دیکھا کہ "ایک دراز ریش بڈھا، برہنہ بدن آگ میں تپی ہوئی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا بہت سی برہنہ عورتیں اس کے گرد حلقہ کئے تھیں جو نہایت ہی حسین تھیں مگر بدن زخموں کی کثرت سے چھلنی ہو رہے تھے جن سے پیپ بہہ رہی تھی۔ پیاس کی شدت سے بڈھے کی زبان لٹک رہی تھی۔ پانی نایاب تھا۔ اس لئے بار بار وہی پیپ پیتا تھا۔ لیکن پیاس نہ بجھتی تھی"۔ وہاں اور بھی مرد و عورت تھے۔ "لیکن بڈھے کے نزدیک ایک سب سے زیادہ حسین لڑکا اور ایک نوجوان بیٹھے تھے"۔ پھر لکھتا ہے کہ میرے پہنچنے پر بڈھا میرے پاؤں پر گر کر بولا۔ "للہ مجھے بخشو۔ کئی سالوں سے عذاب میں مبتلاء ہوں۔ میری شفاعت کرو"۔ میں نے کہا "مہامند! تم تو خود کو شفیع کہا کرتے تھے۔ اب میری شفاعت کی کیا ضرورت ہے" مہامند نے جواب دیا "یا حبیب اللہ۔ میں آپ سے وعدہ کر کے پھر گیا.......... خدا کے نام ان سب عورتوں کی عصمت دری کی .... اب رحم کیجئے۔ خطا معاف کیجئے۔ میری شفاعت کیجئے"۔ میں: "یہ امر ناممکن ہے خدا کی سزا میں کمی بیشی میرے احاطۂ اختیار سے باہر ہے۔ میں شفیع نہیں ہوں"۔ بڈھا مایوس ہو کر بیہوش ہو گیا۔ تب اس لڑکی اور ایک عورت نے میرے پاؤں پکڑ لئے .... میں نے لڑکی کا سر اُٹھا کر کہا "آشہ تم کیوں اضطراب میں ہو تمہارا خاوند تو شفیع ہے" آشہ: "یا حبیب اللہ! کیا اپنی نفسانی خواہشات کی آگ خدا کے نام پر کثیر التعداد عورتوں کی عصمت دری کرنے والا انسان بھی شفیع ہو سکتا ہے اور جس کی جان نزع کے وقت آسانی سے نہیں نکلتی تھی۔ میری جوٹھی مسواک کے تھوک سے جس کی تکلیف کم ہوئی تھی وہ میرا شفیع نہیں ہو سکتا۔ اب میں بخوبی سمجھتی ہوں"۔ میں: "لیکن آشہ تمہارا گناہ بھی ناقابل معافی ہے۔ مہامند کے مرنے کے بعد علم ہو جانے پر تمہیں یہ راز طشت از بام کر دینا چاہئے تھے۔ مگر تم نے دنیا کی حرص میں اس کی تبلیغ کی۔ اس لئے اور سزا بھگتو" اس کے بعد دوسری عورت بولی۔ "لیکن حضور میں قطعی بے قصور ہوں۔ میں اپنے خاوند کی خوشی سے ان کی نفس پرستی کا شکار ہوئی" میں: "جنبھی کیوں جھوٹ بولتی ہے۔ مہامند تیرا سسر تھا۔ تو نے اپنے خاوند جنت کو کیوں نہ بتایا کہ عالم بالا کے فرشتوں کے

سامنے شادی ہونے کا دعویٰ بالکل غلط ہے اور صریح دھوکا ہے۔ تُو بھی مقررہ معیاد تک عذاب کا مزہ چکھ"۔ آگے حضرت علیؓ کے متعلق بھی لکھا ہے۔ لیکن میں اسے نہیں سمجھا اس لئے اسے چھوڑتا ہوں۔

ہر اک مسلمان اس امر کو سمجھ سکتا ہے کہ اس افسانے کے پردہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے واقعہ، حضرت عائشہؓ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک چبا کر دینے کے واقعہ اور حضرت زینبؓ کے نکاح کے واقعہ کی طرف اشارہ کرکے افتراء اور جھوٹ کی نجاست پر منہ مار کر اور اصل واقعات کو بگاڑ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور امہات المومنین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُنَّ کو ایسی گالیاں دی گئی ہیں کہ شاید ایک چوڑھا بھی اس قسم کی گالیاں دینے سے دریغ کرے گا۔ لیکن اِن دشمنانِ اسلام کو آج ہماری ساری قوم کا اس قدر بھی پاس نہیں رہا جس قدر کہ ایک معمولی آدمی کے احساسات کا ہوتا ہے۔ اور اس قسم کے مصنّفین میں اس قدر بھی شرافت نہیں رہی جس قدر کہ ایک چوڑھے میں ہوتی ہے؟ کیا اس سے زیادہ اسلام کے لئے کوئی اور مصیبت کا دن آسکتا ہے؟ کیا اس سے زیادہ ہماری بے کسی کوئی اور صورت اختیار کر سکتی ہے۔ کیا ہمارے ہمسائیوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فَدَتْہُ نَفْسِیْ وَ اَھْلِیْ کو اپنی ساری جان اور سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ ان پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے۔ اگر وہ اس امر سے واقف ہیں تو پھر اس قسم کی تحریرات سے سوائے اس کے اور کیا غرض ہو سکتی ہے کہ ہمارے دلوں کو زخمی کیا جائے اور ہمارے سینوں کو چھیدا جائے اور ہماری ذلت اور بے بسی کو نہایت بھیانک صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے لایا جائے اور ہم پر ظاہر کیا جائے کہ مسلمانوں کے احساسات کی ان لوگوں کو اس قدر بھی پرواہ نہیں جس قدر کہ ایک امیر کبیر کو ایک ٹوٹی ہوئی جوتی کی ہوتی ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو ستانے کے لئے ان لوگوں کو کوئی اور راستہ نہیں ملتا۔ ہماری جانیں حاضر ہیں، ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں، جس قدر چاہیں ہمیں دُکھ دے لیں لیکن خدارا نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر آپؐ کی ہتک کرکے اپنی دُنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اس ذات بابرکات سے ہمیں اس قدر تعلق اور وابستگی ہے کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے۔ لیکن ان لوگوں سے ہرگز نہیں ہو سکتی

جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں۔ بیشک وہ قانون کی پناہ میں جو کچھ چاہیں کر لیں۔ اور پنجاب ہائیکورٹ کے تازہ فیصلہ کی آڑ میں جس قدر چاہیں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے لیں۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ گورنمنٹ کے قانون سے بالا ایک اور قانون بھی ہے اور وہ خدا کا بنایا ہوُا قانونِ فطرت ہے۔ وہ اپنی طاقت کی بناء پر گورنمنٹ کے قانون کی زد سے بچ سکتے ہیں لیکن قانونِ قدرت کی زد سے نہیں بچ سکتے۔ اور قانونِ قدرت کا یہ اٹل اصل پورا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس کی ذات سے ہمیں محبت ہوئی ہے اسے بُرا بھلا کہنے کے بعد کوئی شخص ہم سے محبت اور صلح کی توقع نہیں رکھ سکتا اور اب جبکہ ہندو صاحبان کی طرف سے ہمارے رسول پاکؐ کی اس قدر ہتک کی گئی ہے کہ جس کا واہمہ بھی آج سے پہلے ہمیں نہیں ہو سکتا تھا۔ اور جبکہ باقی قوم نے ان لوگوں کو ملامت نہیں کی بلکہ ان کا ساتھ دیا ہے تو اب مسلمانوں سے اس وقت تک صلح کی امید رکھنی اور محبت کی توقع رکھنا بالکل فضول اور عبث ہے جب تک یہ لوگ اپنے افعال پر ندامت کا اظہار نہ کریں۔ آہ! میں انسانی فطرت کے اس ناپاک اظہار کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں کہ ہم لوگ تو ہندو رشیوں اور ہندو بزرگوں کا ادب کرتے اور ان کا احترام کرتے ہیں اور انہیں خدا تعالیٰ کا برگزیدہ تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ لوگ ہمارے آقا اور سردارؐ کے متعلق اس قسم کے گندے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور اس ناپاک فعل سے ذرہ بھی نہیں شرماتے۔ مگر میرے نزدیک اس میں ان کا قصور نہیں۔ وہ لوگ محسوس کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں اب غیرت نہیں رہی۔ وہ کبھی کبھی بیجا جوش تو دکھا بیٹھتے ہیں۔ لیکن غیرت جو مستقل عمل کو اُبھارنے والی ہے ان میں کم ہے اس لئے وہ دلیر ہو رہے ہیں۔ اور وہی تدابیر اختیار کر رہے ہیں جو سپین میں مسیحیوں نے اختیار کی تھیں اور وہ یہ تھیں کہ جب انہوں نے ارادہ کر لیا کہ سپین سے مسلمانوں کو نکال دیا جائے تو انہوں نے اپنی قوم کو اُبھارنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا کہ بعض لوگ مساجد میں مسلمانوں کا لباس پہن کر چلے جاتے اور جب مسلمان جمع ہو جاتے تو ایک یا ایک سے زیادہ آدمی کھڑے ہو کر بے نقط گالیاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالنے لگ جاتے۔ مسلمان ان کی تدبیر سے واقف نہ تھے بعض جوشیلے نوجوان ان کو قتل کر دیتے تو وہ سب ملک میں شور مچا دیتے کہ دیکھو اس طرح ظالمانہ طور پر مسیحیوں کو مارا جاتا ہے۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوُا کہ سب قوم بیدار ہو گئی اور اس میں ایک آگ بھڑک اُٹھی اور اس جوش سے فائدہ اُٹھا کر مسیحی ریاستوں نے مسلمانوں کو جو پہلے ہی کمزور ہو رہے تھے ملک سے نکال دیا۔ یہی تدبیر مذکورہ بالا قسم کی ہندو مصنفین استعمال کر رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو اس

قدر جوش دلانا چاہتے ہیں کہ مسلمان آپے سے باہر ہو کر خونریزی پر اُتر آئیں۔ اور اس طرح انہیں اپنی سنگھٹن میں مدد ملے۔ لیکن کیا مسلمان اس دھوکے میں آئیں گے؟ آخر سوامی شردھانند کے قتل سے اسلام کو کیا فائدہ ہوا خونریزی ہرگز کوئی نفع نہیں دے سکتی۔ وہ اخلاقی اور تمدنی طور پر قوم کو سخت نقصان پہنچاتی ہے۔ پس مسلمانوں کو اس قسم کی تحریروں سے ضرور واقف ہونا چاہئے۔ لیکن اپنے جوشوں کو دبا کر غیرت پیدا کرنی چاہئے۔ اور سوچنا چاہئے کہ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر شدید حملوں کی ہندوؤں کو جرأت کیوں ہوئی ہے؟ اگر وہ اس امر پر غور کریں گے تو انہیں معلوم ہو گا کہ اس کا سبب صرف یہی ہے کہ ان کے نزدیک مسلمان آپؐ کے ناخلف فرزند ہیں۔ پس وہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کی جرأت نہیں۔ پس اگر مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ ہندو قوم پر ثابت کردیں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے قیام کے لئے ہر اک قربانی کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر وہ اس امر کے لئے تیار ہوں تو انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کے حملوں کا دفعیہ صرف اور صرف تین طرح ہو سکتا ہے:۔

(۱) اپنی عملی حالت کی اصلاح سے۔ تاکہ ہمارے عمل کو دیکھ کر ہر اک دشمن اسلام یہ کہنے پر مجبور ہو کہ جس اُستاد کے یہ شاگرد ہیں اس کی زندگی کیا ہی شاندار اور مزکّی ہوگی۔

(۲) تبلیغ کے ذریعہ سے۔ تاکہ جو لوگ گالیاں دینے والے ہیں ان کی تعداد خود بخود کم ہونے لگے۔ اور جو پہلے گالیاں دیتے تھے اب درود پڑھنے لگیں۔ مکہ کے لوگوں کی گالیاں کس طرح دور ہوئیں۔ اسی طرح کہ وہ اسلام کو قبول کر کے درود بھیجنے لگے۔ پس اب بھی اس دریدہ دہنی کا یہی علاج ہو سکتا ہے۔ اس تدبیر سے ہر اک شریف الطبع تو اسلام کی خوبیوں کا شکار ہو جائے گا۔ اور شریر الطبع جن کو اپنی تعداد پر گھمنڈ ہے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر خود ہی ان طریقوں سے باز آجائیں گے۔

(۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی تمدنی حالت کو درست کیا جائے۔ ان ہندو مصنفین کو اس امر پر بھی گھمنڈ ہے کہ ان کی قوم دولتمند ہے اور گورنمنٹ میں اسے رسوخ حاصل ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ بات سچی ہے۔ مگر اس کی وجہ خود مسلمانوں کی غفلت ہے۔ مسلمان جو کچھ کماتے ہیں اسے خرچ کر دیتے ہیں۔ اور اکثر ہندوؤں کے مقروض ہیں اور ایک ارب کے قریب روپیہ سالانہ مسلمان ہندوؤں کو سود میں ادا کرتے ہیں اور اشیائے خوردنی کی خرید میں اس

کے علاوہ روپیہ ادا کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندو لوگ روز بروز دولتمند ہو رہے ہیں اور مسلمان روز بروز گر رہے ہیں۔ وہ طاقتور ہو رہے ہیں اور یہ کمزور۔ پنجاب جہاں ایک ہندو کے مقابلہ میں دو مسلمان ہیں۔ وہاں بھی ہندوؤں کے دس روپیہ کے مقابلہ میں مسلمانوں کے پاس بمشکل ایک ہے۔ اور ملازمتوں میں بھی دو دو تین تین ہندوؤں کے مقابلہ میں ایک ایک مسلمان بمشکل ملتا ہے۔ پس اس حالت کو بدلنا مسلمانوں کا اہم فرض ہے۔ ہر اک جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے جو چاہتا ہے کہ آپ کو گالیاں نہ دی جائیں۔ اس کا فرض ہے کہ بجائے وحشت دکھا کر اسلام کو بدنام کرنے کے صحابہ کرامؓ کی طرح غیرت دکھائے۔ اور دائمی قربانی سے اسلام کو طاقت دے۔ ہر اک مسلمان کو چاہئے کہ جس طرح ہندو مسلمانوں سے چُھوت کرتے ہیں وہ بھی ہندوؤں سے چُھوت کرے اور سب کھانے کی چیزیں مسلمانوں ہی کے ہاں سے خریدے۔ اور دوسری اشیاء کے لئے بھی ممکن حد تک مسلمانوں کی دکانیں کھلوانے کے لئے کوشش کرے اور ان کی امداد کا خیال رکھے۔ بائیکاٹ کو میں ذاتی طور پر ناپسند کرتا ہوں۔ لیکن یہ بائیکاٹ نہیں بلکہ ترجیح ہے اور ترجیح پر کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس وقت ہر اک وہ شخص جو اسلام سے محبت کا دعویٰ رکھتا ہے۔ اب غفلت کی نیند کو ترک کر کے عمل کے میدان میں آ جائے گا۔ اور ہندوؤں کی تمدنی غلامی سے آزاد ہونے اور دوسروں کو آزاد کرانے کی پوری کوشش کرے گا۔ تاکہ ان لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غیرت مسلمانوں میں پائی جاتی ہے اور وہ آپ کی عزت کے قیام کے لئے مستقل قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر مسلمان اس کام پر آمادہ ہو جائیں گے تو یقیناً وہ ہندو جو دل سے بُرے نہیں ہیں لیکن بعض شوریدہ سر لوگوں کے شور سے ڈرے ہوئے ہیں اس خطرہ کو محسوس کریں گے جو تمدنی طور پر ان کے سامنے پیش ہے اور وہ خود ہی ان لوگوں کو باز رکھیں گے۔ اور حکومت کو بھی یہ احساس ہو گا کہ مسلمان بھی سنجیدگی سے کسی کام کے کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں اور محض وقتی جوش کا شکار نہیں ہوتے اور اس کے افسروں کے دلوں میں بھی مسلمانوں کا احترام پیدا ہو گا اور وہ خیال کریں گے کہ یہ ایک عقلمند قوم ہے اور اپنے جوشوں کو دبا کر اور امن کے قیام کو اپنا اولین مقصد قرار دے کر اپنے مذہبی فوائد کی نگہداشت کرتی ہے۔

اے بھائیو! مَیں دردمند دل سے پھر آپ کو کہتا ہوں کہ بہادر وہ نہیں جو لڑ پڑتا ہے۔ جو لڑ پڑتا ہے وہ بزدل ہے کیونکہ وہ اپنے نفس سے دب گیا ہے۔ بہادر وہ ہے جو ایک مستقل ارادہ کر لیتا ہے

اور جب تک اس کو پورا نہ کرلے اس سے پیچھے نہیں ہٹتا۔

پس اسلام کی ترقی کے لئے اپنے دل میں تینوں باتوں کا عہد کرلو۔

اول یہ کہ آپ خشیت اللہ سے کام لیں گے اور دین کو بے پرواہی کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ تبلیغ اسلام سے پوری دلچسپی لیں گے اور اس کام کے لئے اپنی جان اور اپنے مال کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور تیسرے یہ کہ آپ مسلمانوں کو تمدنی اور اقتصادی غلامی سے بچانے کے لئے پوری کوشش کریں گے اور اس وقت تک بس نہیں کریں گے جب تک کہ مسلمان اس کچل دینے والی غلامی سے بکلی آزاد نہ ہو جائیں۔ اور جب آپ یہ عہد کرلیں تو پھر ساتھ ہی اس کے مطابق اپنی زندگی بھی بسر کرنے لگیں۔ یہی وہ سچا اور حقیقی بدلہ ہے ان گالیوں کا جو اس وقت بعض ہندو مصنفین کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فَدَتْهُ نَفْسِیْ وَ اَهْلِیْ کو دی جاتی ہیں۔ اور یہی وہ سچا اور حقیقی علاج ہے جس سے بغیر فساد اور بدامنی پیدا کرنے کے مسلمان خود طاقت پکڑ سکتے ہیں اور دوسروں کی مدد کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ اس وقت تو وہ نہ اپنے کام کے ہیں نہ دوسرے کے کام کے۔ اور وہ قوم ہے بھی کس کام کی جو اپنے سب سے پیارے رسول کی عزت کی حفاظت کے لئے حقیقی قربانی نہیں کر سکتی؟ کیا کوئی دردمند دل ہے، جو اس آواز پر لبیک کہہ کر اپنے علاقہ کی درستی کی طرف توجہ کرے اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہو؟

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

امام جماعت احمدیہ

قادیان ضلع گورداسپور

۲۹ - ۵ - ۱۹۲۷ء

(الفضل ۱۰ جون ۱۹۲۷ء)